امام الفقہاء و سید القرأ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

محمد نعیم برکاتی، کرناٹک (انڈیا)

مؤلف مشکوٰۃ شریف حضرت علامہ ولی الدین بن عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو زمانۂ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔(۱)

اور انہی سید القرأ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعلق خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

''میں نے اُبی سے بڑھ کر کوئی قاری نہیں دیکھا۔'' (۲)

نام و نسب:

اُبی نام، والد کا نام کعب، ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت ہے۔ سید القرأ، سید الانصار و سید المسلمین القاب ہیں۔ آپ قبیلۂ نجار (خزرج) کے خاندان معاریہ سے ہیں جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا۔ حدیلہ ماریہ کی والدہ کا نام تھا، جو جشم بن خزرج کی اولاد میں سے تھیں۔ (۳)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں اور امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۰ھ) نے ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ'' میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یوں ہے۔

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاریہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ (۴)

اسی طرح حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

آپ انصار کے مشہور قبیلہ بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ (۵)

اور یہ وہ مقدس گھرانہ تھا جس کی شان خود آقائے کائنات ﷺ نے یوں بیان فرمائی:

''انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر بنو نجار ہیں۔'' (۶)

حضرت اُبی کی والدہ کا نام صہیلہ تھا جو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپی تھیں۔ اس بنا پر حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما پھوپی زاد بھائی تھے۔ (۷)

کنیت والقاب:

حضرت علامہ امام حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

آپ کا نام ابی بن کعب، کنیت ابوالمنذر اور لقب سید القرأ ہے۔ (۸)

صاحب مشکوٰۃ شریف حضرت علامہ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۲ھ) بیان فرماتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''سید الانصار'' کالقب دیا اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ''سید المسلمین'' کے خطاب سے نوازا۔ (۹)

حلیہ مبارکہ:

امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۴ھ) نقل فرماتے ہیں:

آپ میانہ قد، دبلے اور سفید ریش اور سفید سر تھے۔ اور سفیدی کو تبدیل نہیں کرتے تھے۔ (۱۰)

حافظ امام شمس الدین محمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

آپ کا قد درمیانہ، رنگ گندمی اور ڈاڑھی وسر کے بال سفید تھے۔ (۱۱)

علم وفضل:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مقدسہ کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا۔ جس وقت مہاجرین وانصار تجارت وزراعت میں لگے ہوئے تھے اُس وقت حضرت اُبی مسجد نبوی میں نور نبوت کے علمی جواہرات سے اپنے علوم وفنون کی دکان سجا رہے تھے۔ انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ قرآن کے سمجھنے اور حفظ وقرأت میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھا۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے۔

علومِ اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی انہیں پوری واقفیت تھی۔ تورات وانجیل کے

عالم تھے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں، وہ انہیں خاص طور سے معلوم تھیں۔ اسی علمی جلالتِ شان کی بناء پر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ان کی تعظیم ولحاظ فرمایا کرتے اور خود ان کے گھر پر جا کر مسائل پوچھتے تھے۔ (۱۲)

چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے، ان سے فتویٰ پوچھتے تھے اور آپ کے قلب ودماغ پر ان کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ (۱۳)

علوم وفنون:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اگر چہ مختلف علوم وفنون کے جامع تھے لیکن وہ مخصوص فن جن میں ان کو امامت واجتہاد کا منصب حاصل تھا وہ قرآن، تفسیر، شانِ نزول، ناسخ ومنسوخ اور حدیث وفقہ تھے۔ (۱۴) جس تفصیل آگے آئے گی۔

''قاموس المشاہیر'' کے مصنف مولوی نظام الدین بدایونی لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہیر انصار میں ہیں۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں مواخات کا رشتہ قائم کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی اُخوت ان کے ساتھ قائم کی گئی تھی کیونکہ ان کی طرح یہ بھی علم وفضل میں ممتاز تھے اور بارگاہِ نبوت میں منصب انشاء پر سب سے پہلے فائز ہوئے۔ (۱۵)

حفظِ قرآنِ مجید:

قرآنِ کریم حفظ کرنے کا ذوق وخیال بھی انہیں زمانہ نزول ہی سے پیدا ہوا اور جس قدر آیتیں نازل ہوتیں، وہ حفظ کر لیتے تھے۔ حتیٰ کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآنِ مجید حفظ کرلیا۔

مؤلفِ مشکوٰۃ حضرت علامہ ولی الدین تبریزی علیہ الرحمۃ (متوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ (۱۶)

حضرت علامہ امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ حکیم حفظ

کیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سا علم حاصل کر کے جامع بین العلم والعمل کہلائے۔
قدرت نے آپ کی شخصیت میں بہت سی خوبیاں ودیعت کر رکھی تھیں۔(۱۷)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مقدس کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے سن کر یاد کرلیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے۔ نبوت کا رعب جلیل القدر صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا لیکن حضرت ابی بے جھجک جو سوال چاہتے پوچھ لیتے۔ ان کے اس شوق کو دیکھ کر بعض اوقات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتداء فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابی سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات و انجیل میں ہے اور اور نہ قرآن میں۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت اُبی کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں گے، اس لئے جب آپ گھر جانے کے لئے اُٹھے تو میں بھی ساتھ ہولیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر گفتگو شروع کر دی اور یونہی گھر کے دروازہ تک چلے آئے۔ میں نے عرض کی کہ وہ سورۃ بتا دیجئے۔ آپ نے بتا دی۔(۱۸)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر پڑھائی۔ اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ حضرت اُبی اس نماز میں شروع سے شریک نہ تھے، بیچ میں شریک ہوئے تھے۔ نماز ختم کر کے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟

تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر پوچھا: کیا اُبی بن کعب ہیں؟

حضرت اُبی نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ کیا وہ منسوخ ہوگئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! میں پڑھنا بھول گیا۔''

اس کے بعد فرمایا: ''میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔''(۱۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی ابزی جو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، انھوں نے اُستاد کا یہ واقعہ سنا تو پوچھا: یا اباالمنذر! اُس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی۔

فرمایا: کیوں نہیں؟ خداوندِ قدوس خود فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (۲۰)

☆الاصل بقاء ما کان علی ما کان۔ بنیادی طور پر جو چیز جس حالت پر ہو اسی پر باقی رہتی ہے☆

ان احادیث سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ حضرت اُبی کو قرآنِ حکیم سے کس قدر شغف تھا اور حفظِ قرآن میں وہ کس قدر ماہر تھے۔ نیز یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مسئلہ حضرت اُبی کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ دیگر صحابہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے بلکہ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرہ کرتے اور جب سمجھ میں آ جاتا، تب مطمئن ہوتے۔

فنِ قرأت:

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کا خاص فن تو ''قرأت'' تھا۔ اس فن میں انھیں اس قدر کمال حاصل تھا کہ خود حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یوں ارشاد فرمایا کہ: ''میری امت میں قرآن کا قاری اُبی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔'' (۲۱)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں چند وہ بزرگ صحابہ بھی تھے جن کے کمالات کی خود حاملِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعیین کر دی تھی، جن میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نسبت یوں ارشاد فرمایا: ''و اقرأهم ابی بن کعب''۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں، میری اُمت پر بہت رحیم و کریم ابوبکر ہیں اور اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور ان سب میں سچے حیاء والے عثمان ہیں اور زیادہ علم فرائض دان (یعنی حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے) زید ابن ثابت ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ الخ (۲۲)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ الباری (متوفی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، علم تجوید (قرأت) کے امام ہیں۔ (۲۴)

اسی طرح صاحبِ مشکوٰۃ حضرت علامہ ولی الدین تبریزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت اُبی صحابہ میں بڑے قاری تھے۔ (۲۵)

امام حافظ شمس الدین محمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اقرأ الصحابہ اور سید القرأ جیسی ممتاز صفات سے متصف تھے، جنھوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھا۔ (۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث کے اس جملہ "واقرأهم أبي بن كعب" کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ "سب سے بڑے قاری اُبی ہیں۔" شام کے مشہور سفر میں مقامِ جابیہ کے خطبہ میں فرمایا کہ "من اراد القرآن فليات ابيا"۔ یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو، وہ اُبی کے پاس آئے۔ (۲۷)

یونہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآنِ کریم سیکھو۔ (۱) عبداللہ ابن مسعود، (۲) سالم مولیٰ ابوحذیفہ، (۳) ابی بن کعب، (۴) معاذ بن جبل۔ (رضی اللہ عنہم) (۲۸)

گویا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ان چار صحابہ سے قرآنِ مجید کے سیکھنے کا حکم فرمایا، ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی نام لیا۔

نیز اس فن میں حضرت اُبی کی جلالت شان کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ خود ربِّ کائنات جل وعلیٰ نے اپنے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے قرآنِ مجید کی تلاوت کریں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآنِ مجید پڑھوں۔

انھوں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا تھا؟

آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے۔

راوی کہتے ہیں (یہ سن کر) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (۲۹)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے "لم يكن الذين كفروا" پڑھوں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں!

☆الضرر لا يزال بالضرر نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا☆

(یہ سن کر) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔(۳۰)

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔(۳۱)

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآنِ مجید سنایا اور باقی صحابہ میں سے کوئی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اس فضیلت میں شریک نہیں ہے۔ نیز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ خود رب تبارک وتعالیٰ نے ان کا نام لیا۔(۳۲)

پھر حضرت علامہ سعیدی صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں:

یہاں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآنِ مجید سنانے کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے تاکہ اس بات پر دلیل قائم ہو کہ قرأت اور تجوید میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں فائق تھے۔(۳۳)

فنِ تفسیر:

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ مفسرین صحابہ میں سے ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا حصہ روایت کیا گیا ہے، جس کے راوی امام ابوجعفر رازی علیہ الرحمۃ ہیں۔ تین واسطوں سے یہ سلسلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

فنِ تفسیر میں اگرچہ حضرت ابی کے متعدد شاگرد تھے، جن کی روایات عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں لیکن اس کا بڑا حصہ ابو العالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ ابو العالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ تھے جن پر امام رازی کے سلسلۂ روایات کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے۔ حضرت ابی سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں۔

پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے۔

دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابی کی جانب منسوب ہیں۔

حضرت اُبی کی تفسیر کا پہلا حصہ جو حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے، ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے کیونکہ خود حاملِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرآن کا مطلب کون سمجھ سکتا ہے؟

دوسرا حصہ حضرت اُبی کی رائے کا مجموعہ ہے۔ اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں۔ بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اُصول مدنظر ہے۔ بعض میں خیالاتِ عصریہ کی جھلک ہے۔ کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی ان کا علمِ تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ نیز حضرت اُبی سے شانِ نزول کی متعدد روایتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں۔ (۳۴)

فنِ حدیث:

امام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں:

وکان احد من سمع الکثیر۔ (۳۵)

یعنی حضرت اُبی اُن بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا کثیر حصہ سماعت فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ بے شمار علماء صحابہ جو اپنی مجالسِ درس میں مسند روایت پر متمکن تھے، حضرت اُبی کے حلقۂ تعلیم میں شاگردی کا زانوے ادب تہہ کرتے تھے۔

ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا جو ان سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔ جیسے حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت سہل بن سعد و حضرت سلیمان بن صرد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم۔ (۳۶)

روایتِ حدیث میں حضرت ابی بڑے حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے، باوجود اس کے کہ وہ حامل نبوت کے مقربِ بارگاہ تھے۔ باایں ہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے۔ (۳۷)

☆درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح☆

فنِ فقہ و اجتہاد:

صحابہ میں کئی بزرگ ایسے تھے جو اجتہاد کے منصب پر فائز تھے اور مسائل حل فرماتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی ان میں شمار ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی ہی میں مسندِ افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔

صاحبِ مشکوٰۃ حضرت علامہ ولی الدین تبریزی علیہ الرحمۃ (متوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

حضرت اُبی اُن فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو زمانۂ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ (۳۸)

خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی اہل الرائے و اہل فقہ میں شامل رہے۔ اور لوگ اُس وقت انہی سے استفتاء کیا کرتے تھے۔ خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ و خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا۔ (۳۹)

آفاقِ عالم سے فتوے آتے تھے جن کے مفتیوں میں صحابہ کے نام بھی داخل تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے پائے کے صحابی تھے۔ وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے۔ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ انھوں نے حضرت ابی کے پاس استفتاء لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہوگئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ حقیقت کیا ہے؟

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے نہایت مختصر جواب تحریر فرمایا اور لکھا کہ آپ کا طریقِ عمل شرع شریف کے مطابق ہے اور معترضین غلطی پر ہیں۔ (۴۰)

استنباطِ مسائل کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے قرآنِ مجید میں غور و خوض فرماتے پھر احادیث میں تلاش کرتے اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس فرماتے تھے۔ (۴۱)

اس کا اندازہ آپ زیرِ تحریر چند مثالوں سے لگا سکتے ہیں جس سے ان کی فقہی ذہانت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا۔ اُس وقت میں حاملہ تھی۔ اب وضع حمل ہوا ہے، لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے۔ اس صورت میں (نکاحِ ثانی کے لئے) آپ کیا فرماتے ہیں؟

☆ جلبِ مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میعادِ معین تک رکی رہو۔

وہ عورت وہاں سے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھنے کا حال اور اُن کا جواب ان کے گوش گزار کیا۔

حضرت ابی نے فرمایا: جاؤ اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ ''اُبی کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی۔'' اگر وہ مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں، آ کر بلا لینا۔

وہ عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ اور حضرت اُبی کا فرمان ان تک پہنچا دیا۔ انھوں نے کہا: بلا لاؤ۔

حضرت اُبی آئے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے یہ فتویٰ کہاں سے دیا؟

انھوں نے جواب دیا: قرآن سے۔ اور یہ آیت پڑھی: **و اولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن** : (۴۲)

جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو، وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا: جو یہ کہہ رہے ہیں، اس کو سنو۔ (۴۳)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ عباس عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد نبوی کے متصل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجئے۔ میں اس کو مسجد میں شامل کردوں گا۔

حضرت عباس نے کہا: یہ نہیں ہوگا۔

حضرت عمر نے فرمایا: اچھا، تو ہبہ کر دیجئے۔

انھوں نے اس سے بھی انکار کیا۔

حضرت عمر نے فرمایا: تو آپ خود مسجد کی توسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔

وہ اس پر راضی نہیں ہوئے۔

حضرت عمر نے کہا: ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات تو آپ کو ماننی ہوگی۔

حضرت عباس نے کہا: میں ایک بات بھی نہیں مانوں گا۔

آخر دونوں صحابہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم بتایا۔

اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کے متعلق آپ نے قرآنِ مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: حدیث سے۔ وہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اُس سے اجازت لے کر بنائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت عباس کی غیرت اس کو کب گوارہ کر سکتی تھی، اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔ (۴۴)

اسی کی مثل ایک اور واقعہ ملاحظہ کریں:

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ہمراہ غزوہ میں شریک تھا۔ مجھے ایک کوڑا ملا۔ کسی نے کہا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے کہا: نہیں بلکہ اس کا مالک مل جائے گا، ورنہ میں فائدہ اُٹھاؤں گا۔ جب ہم واپس لوٹے تو حج کیا اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ میں نے (اس کے متعلق) ابی بن کعب سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک تھیلی پائی، جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کی ایک سال تک تشہیر کرو۔ چنانچہ میں نے اسے سال بھر مشتہر کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ تو فرمایا کہ اسے ایک سال (اور) مشتہر کرو۔ میں نے مشتہر کیا۔ پھر حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

(مزید) ایک سال مشتہر کرو۔ جب چوتھی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ اس کی تعداد اور اس کا بندھن اور برتن یاد رکھو۔ اگر اس کا مالک آ گیا تو فبہا ورنہ اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ (۴۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرآنِ مجید پر بھی مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق خود حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔

اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔

آپ نے پھر فرمایا: تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ **اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔**

آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابو المنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ (۴۶)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ مقدس کی آیتوں میں کس قدر غور وخوض فرمایا کرتے تھے۔

درس وتدریس:

خلافتِ فاروقی میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ مستقل طور پر مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ زیادہ تر درس وتدریس کا کام رہتا تھا۔ جب مجلس شوریٰ منعقد ہوئیں یا کوئی مہم آ پڑتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے استصواب فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکمل عہد خلافت میں آپ مسند افتاء پر متمکن رہے، اس کے علاوہ حکومت کا کوئی منصب انہیں نہیں دیا گیا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمر سے پوچھا مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے؟ وہ بولے کہ میں آپ کے دین کو دُنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا۔ (۴۷)

حضرت اُبی کا مدرسۂ قرأت اُس وقت ملک کی مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ عرب وعجم کے

طلبہ مدینہ طیبہ کا سفر کرتے اور ان کی درسگاہ قرأت سے فیضیاب ہوتے۔ تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے۔ مزاج تیز تھا، اس لئے تلامذہ کوئی سوال کرتے تو خوف رہتا تھا کہ کہیں خفاء نہ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی۔ لیکن معقول حالات سے خوش ہوتے تھے اور جواب مرحمت فرماتے تھے۔

آپ سے حضرت ابو ایوب انصاری، ابن عباس، سوید بن غفلہ وحضرت ابو ہریرہ اور حافظ صحابہ رضی اللہ عنہم و دیگر مختلف گروہوں نے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا۔ (۴۸)

حضرت اُبی کے اوقاتِ درس اگرچہ متعین تھے، تاہم ان اوقات کے علاوہ بھی بابِ فیض مسدود نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کے لئے تشریف لائے اور اُس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوئی تو اس کی تشفی فرماتے تھے۔ (۴۹)

ایک مرتبہ حضرت قیس بن عباد، مدینہ طیبہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تو خود ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت کسی چیز کے تعلیم کی ضرورت تھی۔ نماز ختم ہوئی تو یہ محدثِ جلیل اُٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ لوگوں تک پہنچائی اور ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ حضرت قیس پر حضرت اُبی کی اس شانِ عظمت کا بڑا اثر پڑا۔ (۵۰)

غزوات میں شرکت:

امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد ذہبی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''تذکرۃ الحفاظ'' میں رقمطراز ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ بدر اور بعد کی تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔ (۵۱)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مسند'' میں نقل فرمایا ہے۔

حضرت اُبی، دورِ رسالت کے غزوات میں غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ طائف تک تمام معرکوں میں شریک رہے۔ غزوۂ اُحد میں ایک تیر ہفت اندام (رگ) میں لگا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا، جس نے وہ رگ کاٹ دی۔ پھر اس رگ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے داغ دیا۔ (۵۲)

کتابتِ وحی:

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ابتداء ہی سے قرآنِ مجید سے غیر معمولی شغف تھا۔ چنانچہ جس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ورودِ مسعود فرمایا تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت اُبی ہی تھے۔

اس کے متعلق علامہ واقدی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے کاتب تھے، وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے آخری کاتب بھی یہی تھے۔ جب حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔ (۵۳)

مؤلف مشکوٰۃ شریف حضرت علامہ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔ آپ کاتب وحی بھی تھے۔(۵۴)

تدوین قرآن:

۱۱ھ ہجری میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے عہد میں قرآنِ کریم ترتیب وتدوین کا اہم کام شروع ہوا۔ صحابۂ کرام کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی اس کے سرگروہ حضرت اُبی بن کعب ہی تھے۔ وہ قرآنِ کریم کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ اس کو لکھتے جاتے تھے۔ یہ جماعت چونکہ اربابِ علم پر مشتمل تھی اس لئے کسی کسی آیت پر مذاکرہ ومباحثہ بھی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ سورۂ برأت کی یہ آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں، اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید پڑھائی تھیں اور سب سے آخری آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم ہے۔(۵۵)

نیز صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں چار خوش نصیب حضرات نے قرآن کریم جمع کیا اور چاروں ہی

انصار سے تھے۔ (۱) اُبی بن کعب، (۲) معاذ بن جبل، (۳) ابوزید اور (۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔(۵۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف عام ہو گیا تو اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے حضرت عثمان ذوالنورین نے انصار وقریش کے ان بارہ اشخاص کو یہ اہم کام سپرد کیا، جن کو قرآنِ حکیم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اور ان میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا۔ وہ قرآنِ پاک کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے۔ آج قرآنِ مقدس کے جس قدر نسخے ہیں وہ سب حضرت اُبی کی قرأت کے مطابق ہیں۔(۵۷)

امامت تراویح:

خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نمازِ تراویح باجماعت قائم کی تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس کی امامت کے لئے منتخب کیا۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں رمضان المبارک کی ایک شب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں گیا تو لوگوں کو الگ الگ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ کہیں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے خیال میں انھیں ایک ہی قاری پر متفق کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ اُن سب کو اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (کی اقتداء) پر جمع کر دیا۔ پھر میں اُن کے ساتھ دوسری شب گیا تو وہ قاری (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ "یہ اچھی بدعت ہے۔"(۵۸)

عامل صدقات:

۹ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے عرب کے مختلف صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ خاندانِ بنی عذرہ اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہوئے اور نہایت دیانتداری کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔(۵۹)

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

مجلس شوریٰ کی رکنیت:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے۔ یہ مجلس مہاجرین و انصار کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی، جن میں قبیلہ بنی خزرج کی طرف سے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ (۶۰)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت اُبی کی محبتِ رسول کا یہ عالم تھا کہ اُستنِ حنانہ کو اپنے گھر میں بطورِ تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا، حضرت اُبی نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا۔ (۶۱)

خوفِ خدا:

حضرت اُبی کا قلب مزکا صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

حضرت اُبی موجود تھے، پوچھا: کیا چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک کانٹا تک کفارہ ہے۔

حضرت اُبی کا جوشِ ایمان اب اندازہ سے باہر تھا۔ عذاب وثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا۔ خدا کی قہاریت و جباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ اسی بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا:

> ''کاش! مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا۔''

دعا صمیم قلب سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہنچی۔ حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا تو حرارت معلوم ہوتی تھی۔ (۶۲)

☆الایمان مبنیة علی الالفاظ لا علی الاغراض ☆قسم کا دارومدار الفاظ پر ہوتا ہے اغراض پر نہیں

وفات:

مؤلف مشکوٰۃ حضرت علامہ ولی الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ۱۹ھ ہجری میں یعنی خلافتِ فاروقی میں وفات پائی۔ (۶۳)

حضرت ہیثم بن عدی وغیرہ کے قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۹ ہجری میں اور علامہ واقدیؒ ابن نمیر و ذہلی رحمہم اللہ علیہم وغیرہ کے قول کے مطابق ۶۲ھ میں مدینہ منورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۶۴)

جب آپ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
آج سید المسلمین وفات پا گئے۔ (۶۵)

تعلیمات:

حضرت ابو العالیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ایک آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے:

بولے: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنا نام بناؤ۔ پھر اس کے ہر حکم اور ہر فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔ اس (کتاب اللہ) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان اپنا نائب مقرر فرما گئے ہیں۔ یہ ایسا شفیع ہے جس کی ہر سفارش مقبول ہے اور ایسا شاہد ہے جس کی شہادت پر اعتراض نہیں۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے والوں کا ذکرہ ہے۔ اس میں تمہارے عمل سے تعلق رکھنے والے تمام احکام مذکور ہیں۔ نیز اس میں تمہاری اور بعد کی سب خبریں درج ہیں۔ (۶۶)

حوالہ جات

۱۔ رسالہ اکمال باب الالف صحابۂ کرام، حالاتِ اُبی بن کعب۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

۲۔ طبقات قسم دوم، جلد سوم، ص ۵۹۔

۳۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۳۸، جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہد، ص ۱۵۴۔

۴۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص ۱۱۳، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد اول، ص ۴۹۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۶۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر دور الانصار۔

۷۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۳۸، جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہد، ص ۱۵۴۔

۸۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۷۔

۹۔ رسالہ اکمال باب الالف صحابۂ کرام، حالاتِ ابی بن کعب۔

۱۰۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۵، باب ۶۰، ص ۵۸۱۔

۱۱۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۱۲۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۴۴۔

۱۳۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۱۴۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۴۴۔

۱۵۔ قاموس المشاہیر، جلد اول، ص ۶۲، (مطبوعہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، بہار)۔

۱۶۔ رسالہ اکمال، باب الالف، صحابۂ کرام، حالاتِ أبی بن کعب۔

۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۱۸۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص ۱۱۴۔

۱۹۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص ۱۲۳۔۱۲۴۔

۲۰۔ پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۵۸۔

۲۱۔ طبقات قسم دوم، جلد سوم، ص ۵۹۔

۲۲۔ رواہ احمد وترمذی، مشکوٰۃ شریف باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنہم الفصل الثانی۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنہم الفصل الثانی۔
مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۸، ص ۴۳۸۔

۲۵۔ رسالہ اکمال باب الالف، صحابۂ کرام، حالاتِ أبی بن کعب۔

۲۶۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول۔

☆الولایۃ الخاصۃ اقوی من الولایۃ العامہ ☆ولایتِ خاصہ ولایتِ عامہ کی نسبت قوی ہوتی ہے

۲۷۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص ۱۲۳۔
۲۸۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
۲۹۔ صحیح مسلم کتاب افضائل القرآن، باب استحباب قرأة القرآن علیٰ اھل الفضل و ان کان القاری افضل من االمقرو علیہ۔
وصحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل أبي بن کعب و جماعۃ من الانصار۔
۳۰۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب أبي بن کعب رضی اللہ عنہ۔
صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لم یکن (سورۂ بینہ)۔
صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب استحباب قرأۃ القرآن علیٰ اھل الفضل و ان کان القاری افضل من المقرو علیہ۔
وصحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل أبي بن کعب و جماعۃ من الانصار۔
۳۱۔ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب استحباب قرأۃ القرآن علیٰ اھل الفضل و ان کان القاری افضل من المقرو علیہ۔
۳۲۔ شرح صحیح مسلم جلد ثانی، ص ۵۷۹۔
۳۳۔ ایضاً، ص ۵۸۰۔
۳۴۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۵۲۔
۳۵۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول۔
۳۶۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۵۳۔
۳۷۔ مسند امام احمد، جلد ۴، ص ۱۱۳۔
۳۸۔ رسالہ اکمال باب الالف صحابۂ کرام، حالاتِ أبي بن کعب۔
۳۹۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص ۱۵۳۔۱۵۴۔
۴۰۔ کنز العمال، جلد ۴، ص ۲۵۱، سیر الصحابہ، جلد ۳، ص ۱۵۴۔
۴۱۔ سیر الصحابہ، جلد ۳، ص ۱۵۴۔
۴۲۔ پارہ نمبر ۲۸، سورۂ طلاق، آیت نمبر ۴۔
۴۳۔ کنز العمال، جلد ۱۵، ص ۱۶۶۔

☆اعمال الکلام اولی من اھمالہ☆ کلام پر عمل کرنا اسے مہمل چھوڑنے کی نسبت اولیٰ ہے☆

۴۴۔ کنز العمال، جلد۴، ص۲۶۰۔ سیر الصحابہ، جلد۳، ص۱۵۵۔

۴۵۔ صحیح بخاری کتاب فی اللقطہ، باب ھل یأ خذ اللقطۃ۔

۴۶۔ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی۔

۴۷۔ کنز العمال، جلد۳، ص۱۶۳۔

۴۸۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۴۹۔ سیر الصحابہ، جلد سوم، ص۱۵۳۔

۵۰۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص۱۴۰۔

۵۱۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص نمبر ۳۸۔

۵۲۔ مسند جابر بن عبداللہ، جلد۳، ص۳۰۳۔

۵۳۔ أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد اول، ص۴۹۔

۵۴۔ رسالہ اکمال باب الالف، صحابۂ کرام، حالاتِ أبی بن کعب۔

۵۵۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص۱۳۴۔

۵۶۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل أبی بن کعب و جماعۃ من الانصار۔

۵۷۔ کنز العمال، جلد اول، ص۲۸۲۔ سیر الصحابہ، جلد۳، ص۱۴۰، جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہد، ص۱۵۶

۵۸۔ صحیح بخاری، پارہ ہشتم، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان۔

۵۹۔ مسند امام احمد، جلد ۵، ص۱۴۲۔

۶۰۔ کنز العمال، جلد۳، ص۱۳۔

۶۱۔ سیر الصحابہ، جلد۳، ص ۱۵۸۔

۶۲۔ ایضاً، ص۱۵۹۔

۶۳۔ رسالہ اکمال باب الالف، صحابۂ کرام، حالاتِ أبی بن کعب۔

۶۴۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۶۵۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، طبقہ اول، ص ۳۸۔

۶۶۔ ایضاً۔

☆من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب محرمانہ☆